

افادات حکیم الامتہ امام ولی اللہ دہلویؒ

ترجمہ و تہذیب : حضرت مولانا عبد الحمید راقی  
ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

## شرعیاتِ اسلامیہ کے مقاصد

امام ولی اللہؒ اپنی مایہ ناز کتاب ”بدور بازنہ“ (اس کتاب میں امام ولی اللہؒ نے اسلام کا طبعی اور تشریعی فلسفہ اور نظامِ خلافتِ کبریٰ اور حقیقتِ مل و شرائعِ اخصار کے ساتھ اور ایسے حکیمانہ اسلوب سے بیان کی ہے کہ اسلامی شریچہ میں اسکی مثال ملنا مشکل ہوگی) میں فرماتے ہیں کہ جو شخص پوری گہرائی اور بصیرت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اور اسکی حقیقت کو واضح طریق پر لکھونا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسکو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ”ملتِ حنیفیہ“ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ تاکہ ملتِ حنیفیہ میں جو کجی واقع ہوئی ہے، اسکو سیدھا کر دیں۔ اور اس میں جو تحریف ہوئی ہے، اسکی اصلاح کر دیں۔ اور ملتِ حنیفیہ کی نورانیت کی اشاعت فرمائیں۔

وہ مقدمات۔ یعنی اصول و ضوابط جن پر ملتِ حنیفیہ کی بنیاد قائم ہے، وہ ملتِ حنیفیہ کی تفصیلات معلوم کرنے سے پہلے مستم اور سنے شدہ ہوں گے۔ اور وہ اشکال اور عملی صورتیں جو ملتِ حنیفیہ کے ماننے والوں میں متواتر طریقہ پہنچ چکی ہیں، وہ بھی بالکل ستم ہوں گی۔

اب ملتِ حنیفیہ کے اہمۃ الاصول یعنی اہم اور بنیادی مقاصد جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت میں قصہ کیا ہے۔ بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو ظاہر کر دے۔ یہ مقاصد چند ہیں :

۱۔ ارتفاقِ ثانی کی اصلاح (ارتفاقِ ثانی سے مراد وہ روابط و تعلقات یا ضرورتیں ہیں، جو ایک انسان کو دوسرے کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ یعنی معاملات و باہمی تعلقات کی اصلاح) کرنا

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ارتفاق عرب میں خاص طور پر پھیلا ہوا تھا۔ اور عرب کے علاوہ دوسرے ممالک اور لوگوں میں بھی یہ مشہور اور شائع ذائع تھا۔ لیکن اس ارتفاق میں کبھی اور ٹیڑھا پن اور علم و زیادتی واقع ہو گئی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کبھی اور ظلم کہ اس ارتفاق سے دور کیا۔ اور آپ نے نجومیت (یعنی نجوم اور ستاروں سے قسمت معلوم کرنا اور ان کی تاثیر کے ساتھ انقلابات اور سعادت و شقاوت کو وابستہ سمجھنے کا اعتقاد جو اس وقت تمام دنیا میں اور خاص طور پر عرب میں پھیلا ہوا تھا) سے اعراض کرنے کی تجدید فرمائی۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ نجوم کسی کی قسمت یا بھلے برے میں مؤثر نہیں۔ بلکہ سب اختیار اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور اسی طرح آپ نے طبیعت (مادیت محضہ) سے اعراض کی تجدید فرمائی۔ یعنی جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ اس کائنات کا معاملہ محض طبیعت (نیچر) سے چلتا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی تصرف کرنے والی طاقت یا ہستی نہیں، بلکہ مادہ خود بخود انقلابات کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اور تغیرات اس کے اندر خود بخود واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اس مادیت پر یقین رکھنے والے لوگوں کے خیال باطل کا ابطال کیا، کیونکہ مادیین کا منہا نے نظر صرف ضعیفی ارتفاقات ہوتے ہیں۔ اور محض مادی نکتہ نظر سے اپنا کمال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اقتربات (اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے اسباب) کی طرف ان کی توجہ قطعاً نہیں ہوتی۔ لہذا ایسے باطل اعتقاد سے اعراض کرنے کی آپ نے تجدید فرمائی۔ (چنانچہ اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر امام دلی اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ کائنات غیب کی خبریں بتانے والا) اور نجومی (ستاروں سے لوگوں کی قسمت وابستہ کرنے والا) اور دھری (یعنی مادہ پرستوں) کی تصدیق نہ کی جائے ان کو سچا سمجھنے سے انسان دین اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کی طرف اور ان کے علوم کی طرف میلان نہ رکھا جائے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجومیت سے اعراض کرنے کی بھی تجدید فرمائی جو نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ اور نیکی بدی کو یزدان اور اسیر من دو خداؤں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس عقیدہ باطلہ والوں کی آپ نے تجدید فرمائی۔

یہاں اس مقام پر چند امور حاصل ہوتے ہیں۔ جو اس ارتفاق ثانی کے لئے بمنزلہ ارکان کے ہوتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور کو اختیار کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ان کو اختیار کرنا ملت پر عمل کرنے کے مترادف ہوگا اور ان کو ترک کرنا ملت سے خروج سکے برابر

ہو گا۔ اور کچھ امور ایسے بھی ہیں، جو صرف تکلیف و تحمین کا درجہ رکھتے ہیں، جن کو اصل بنیاد میں دخل نہیں۔ ایسے امور کو نہ لینا بہتر ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اخذ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تاکید نہیں فرمائی۔

اور کچھ امور ایسے بھی ہیں جو اس ارتفاق کو باطل کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ اور ان کے ترک کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اور کچھ امور ایسے ہیں جو اس ارتفاق کو باطل کرنے والے امور کے لئے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اور راستہ کی طرح ہوتے ہیں۔ یا اس میں نقص پیدا کر دینے والے ہوتے ہیں، لہذا ایسے امور کو مکروہ اور ناپسندیدہ فرمایا ہے۔

اور کچھ امور ایسے ہیں جو ان تہاویوں سے خالی ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو جائز اور مباح قرار دیا اور ان مواد کی طرف نظر کرتے ہوئے جو فساد پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کا قلع قمع کیا ہے۔ اور مشاجرات اور اختلافات کی طرف بھی نظر کی ہے، جس سے لوگوں میں فساد و بگاڑ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے امور سے زبردستی تو بچ فرمائی ہے۔

۲۔ ان مقاصد میں سے ایک اصلاح رسوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رسوم کی ایسی اصلاح اور درستگی فرمائی ہے، جس سے وہ توجہ الی اللہ کی توثیق بن جائیں، نہ کہ اس کے منافی و مخالفت۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان رسومات کو اس طرح جاری کیا جائے کہ جمہور الناس (عوام) کے لئے یہ نافع ہوں۔ اور ان میں وسعت ہو، عوام کے لئے تنگی کا باعث نہ ہوں۔

رسومات میں صرف صالح رسومات کا وجود ہی قابل برواشت ہو سکتا ہے۔ رسومات فاسدہ جو لوگوں کے عقیدہ، عمل یا ارتفاق کو بگاڑنے والی ہوں۔ ایسی رسومات کا ترک کرنا ضروری ہو گا۔

۳۔ اور ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ ارتفاق ثالث (نظام حکومت) ایسے طریقہ پر قائم کیا جائے کہ ہر مظلوم کو جب بھی اس پر ظلم ہو تو اس کو اس کا پورا حق دلایا جائے۔ اور اس کا بدلہ مل سکے۔ اور انسانوں کو فساد (قانون شکنی اور زیادتی) سے پوری طرح روکا جائے۔ اور لوگوں کے درمیان مقدمات و تنازعات میں صحیح اور عادلانہ فیصلہ کیا جائے۔ اور ان مقصدین کے خلاف پوری جدوجہد صرف کی جائے، جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور مختلف قسم کی پارٹیاں اور جھگڑے بنا بنا کر لوگوں میں تشویش کا باعث بنتے ہیں۔ نیز شعار اللہ اور دین کو پوری طرح ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ اور کفر و فسق کی تذلیل اور ان کے

ساتھ اہانت آمیز سلوک کرنا لادنی ہے۔ اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی انجام دینا اور علم کی نشر و اشاعت کرنا۔ اور لوگوں کے لئے وعظ و نصیحت کے سامان ہیما کرنا یہ سب اس حکومت کے فرائض میں داخل ہوں گے۔

۴۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ ”دین حنیف“ کو ارتفاق رائج کے طریق پر ظاہر و غالب کرنا یعنی بین الاقوامی (انٹرنیشنل) دستور پر اس طرح اسلام کو غالب کر دینا کہ کفر ارض پر کوئی ایسا آدمی یا فرقہ نہ ہو جس پر دین حنیف کا غلبہ نہ ہو، اور کوئی ایسا فرقہ نہ پایا جائے جس کے لئے دین حنیف کا مقابلہ کرنا ممکن ہو۔ جب اس حد تک ذہن پہنچ گئی تو لوگ تین قسم ہو جائیں گے۔

۱۔ یا تو ایسے مومن و مطیع ہوں گے، جنہوں نے اپنے پروردگار کی ظاہر و باطن ہر طرح سے فرمانبرداری اختیار کر لی ہے۔ اور جنہوں نے ”مذہب حنیفی“ کو ظاہر و پوشیدہ ہر طرح سے اپنا لیا ہے۔  
۲۔ یا ایسے ضعیف الایمان لوگ ہوں گے۔ جو بظاہر دین کے مطیع ہوں گے۔ اور اس کے حکم سے برگشتہ نہیں ہو سکیں گے۔ اگرچہ باطن میں اس پر پوری طرح یقین نہیں رکھتے ہوں گے۔  
۳۔ یا پھر کافر ہوں گے۔ جو جہیزہ دے کر اپنی آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کا غلبہ تو ان ہی خلفاء کو حاصل ہوگا جو ارتفاق رائج پر قائم ہوں گے۔ جن کو انبیا عموماً غلبہ حاصل ہوگا، جس طرح ”اسکندر ذوالقرنین“ کو حاصل تھا۔ اور اس پر مزید یہ بات بھی ہوگی، کہ ایسے خلفاء کا فرض ہوگا، کہ ان کا قصد دین کو عرصہ دراز تک باقی رکھنا اور دین کے تسلط کو بالکل تروتازہ حالت پر قائم و دائم رکھنا ہوگا۔ اور اس کے لئے کئی امور ضروری ہوں گے۔ عل و مذہب باطلہ کا ابطال۔ اور ان کو کالعدم قرار دینا اور ان میں غرور و نخوض سے منع کرنا۔ اور اس پر ڈانٹ ڈبٹ کرنا۔ اور عام لوگوں کو اس سے شدت کے ساتھ روکنا۔

۵۔ اور ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ اس ”مذہب حنیف“ کو اختیار کرنا ہر اس شخص کے لئے واجب اور ضروری قرار دیا جائے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہو اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا قصد و ارادہ رکھتا ہو۔ اور اس سے موافقت اختیار کرنا چاہتا ہو۔ اور یہ اس لئے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کوئی شخص یہود و نصاریٰ میں سے دین حنیف پر اگر باقی بھی ہو اور اس نے اس دین میں کسی اور چیز کی آمیزش بھی نہ کی ہو اور نہ اس دین کو کسی باطل کے ساتھ ملایا ہو، تو اگرچہ ایسے شخص کے لئے دین محمدی میں داخل ہونا اور اس مذہب کو اختیار کرنا اس کے تکمیلی اور انتہائی نقطہ نظر سے ضروری نہ ہوگا، لیکن پھر بھی اس شخص پر واجب اور

ضروری ہوگا کہ ایک دوسری وجہ سے اس دین میں داخل ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قصد اور ارادہ یہ ہو کہ ”دین حنیف“ کو ارتقا کی تاریخ کے طریق پر ظاہر و غالب کرے اور اسکی رضا اسی میں ہے۔ تو اب اس دین سے اعراض کرنا معصیت ہوگی، اور اس دین کی مخالفت ہوگی اور یہ موجب لعنت ہے۔ اور رحمت خداوندی سے نجات اور دوسری کا ذریعہ۔ علاوہ ازیں یہ احتمال کہ کوئی یہودی یا نصرانی دین حنیف پر قائم ہو، پایا بھی نہیں جاتا۔ محض ایک فرضی بات ہے۔ کیونکہ تمام مل کے اندر فساد سرائیت کر گیا ہے۔ اور مل کی روایات بالکل بگڑ گئی ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں کسی کے درمیان امتیاز کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی پسندیدگی اسی بات پر موقوف ہے کہ ”دین محمدی“ کی اطاعت اور انقیاد اختیار کیا جائے۔ اور کھلے طور پر رسالت محمدیہ کا اقرار کیا جائے، بجز اس کے فلاح و نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

۶۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ ”دین حنیف“ کی مخالفت کو قطعی طور پر برداشت نہ کیا جائے۔ اور اس کی مخالفت کی بڑھ کاٹ دی جائے۔ تاکہ کوئی بد باطن شخص اس پر قادر نہ ہو، کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اسکی کتابیں اور اس کے دین کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی یا گستاخی کر سکے، نہ سنجیدگی سے اور نہ کھیل تماشہ کی شکل میں، یعنی ذات الہی اور انبیاء علیہم السلام اور صفحہ سادہ کی توہین کسی طرح برداشت نہ کی جائے۔

اور اسی طرح کسی شخص کو اتنی طاقت بھی حاصل نہ ہو کہ وہ قلب موضوع کر سکے۔ (یعنی دین حنیف کی کسی طے شدہ بات کو چھوڑ کر اس کے برخلاف کوئی دوسری بات اس کے قائم مقام جاری کر سکے مثلاً نیکی کی جگہ بدی اور حلال کی جگہ حرام کو جاری کر دے۔ اور اسی طرح کسی میں یہ طاقت بھی نہ ہو کہ وہ عکس مشروح کر سکے۔ (یعنی شریعت نے جو باتیں انسانیت کی بہتری کے لئے مقرر فرمائی ہیں، ان کے برعکس دوسری باتوں کو لوگوں کے سامنے پھیلائے کی کوشش کرے) اور اسی طرح کسی شخص کو بھی اس کی اجازت نہ دی جائے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا نام رکھ سکے جسے اللہ تعالیٰ تنزیہ (پاک و تقدس) کے خلاف کوئی بات پائی جائے۔ اور نہ کسی شخص میں یہ طاقت ہو، کہ وہ شریک باتوں کو ایجاد کرے۔ اور ان کو لوگوں میں پھیلائے۔ اور نہ کوئی شخص ایسا ہو جو انقیاد مقرب کا مالک بن بیٹھے۔ (یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کی بجائے اپنی اطاعت کو انسانوں کے لئے ضروری قرار دے۔) اور کسی وقت بھی شعار اللہ کو مہمل نہ چھوڑا جائے بلکہ ان پر عمل اور ان کی تعظیم ہر وقت لازم اور ضروری ہو۔

اور ملت حنیفیہ کو کسی دوسری ملت کے ساتھ خلط ملط کرنے کا موقعہ بھی نہ دیا جائے۔

ملت حنیفیہ کا اپنی اصلی بنییت پر قائم رہنا اور اس کا انقیاد اسی بنییت پر ضروری ہے۔ بس یہ وہ امور ہیں کہ دین حنیفی کے ظہور و غلبہ نے ارتقاء و رائج کے طریق پر ان کو واجب اور لازم قرار دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا قصد و ارادہ اور اسکی رضا و خوشنودی اسی میں منحصر ہے۔

۲۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو احسان یعنی خدا پرستی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جائے، اور اس طرح کہ حجابات ثلاثہ (حجاب طبع، حجاب رسم، حجاب سوامعرفت) کو توڑا جائے، اور سکینت اور اطمینان حاصل کرنے کے طریق پر احسان تک انسانوں کو پہنچایا جائے۔ اور ان امور کی تزیین دی جائے اور ان پر براہِ گنجہ کیا جائے جو سکینت و اطمینان کے مفتضی ہوں امام ولی اللہؒ نے خود فرمایا ہے کہ وہ حجابات (پردے) جو انسان کو فطری حالت کے قریب ہونے سے روکتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں :

۱۔ حجاب طبع :- اس کا مقتضایہ ہے کہ انسان جسم اور بدن کے تقاضوں کے پورا کرنے میں ہی منہمک رہتا ہے۔ کھانا، پینا، جماع، لباس جسمانی، آرام و آسائش وغیرہ، اور انسانی نفس اس کا ہی مطیع ہو جاتا ہے۔ اور اپنی فطری حالت کو فراموش کر دیتا ہے۔ بہر حال اس حجاب کو توڑنا ضروری ہے۔ طبیعت کو قابو میں لانے کے لئے معتدل قسم کی ریاضتیں، عبادات، نماز، روزہ، اعتکاف، کلام و گفتگو میں کمی، بیداری اور طرح طرح کے مختلف مشورہ الوان کی طرف دیکھنے سے نگاہ کو روکنا اور طرح طرح کی پرانگندہ باتیں سننے سے اپنے کانوں کو بچانا بھی ضروری ہوگا۔

۲۔ دوسرا حجاب رسم ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خاص وضع قطع سے مانوس ہو جاتا ہے، جو اس کی قوم یا وطن میں جاری ہو۔ اور اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لباس، گفتگو، کھانا پینا، نکاح کی رسومات وغیرہ تمام باتوں میں اسی وضع کا پابند ہوتا ہے۔ چاہے وہ وضع دین فطرت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس حجاب کو توڑنا بھی ضروری ہوگا۔ اور تمام ایسی رسومات جو ناسد ہوں ان کو ترک کرنا لازمی ہوگا۔ اور ان کے بجائے صالح رسومات کو اختیار کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔ تیسرا حجاب سوامعرفت یا جہل باللہ ہے۔ اس کا مقتضایہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانتا تو ہو لیکن صحیح طریقہ پر نہ پہچان سکے۔ اور یہ دو طرح ہوتا ہے۔ یا تو خدا کو انسانی صفات کے ساتھ متصف مانے۔ یا انسانوں میں خدا تعالیٰ کی صفات خاصہ ثابت کرے۔ بہر حال اس حجاب کا علاج اس طرح ہوگا کہ ذہن کا قصفیہ کیا جائے۔ یعنی تمام آلودگیوں سے ذہن کو پاک صاف

کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت اور اس پر موانعت اختیار کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات و مصنوعات میں غور و فکر کیا جائے۔ اور موانعِ حسنہ کا سننا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی تلاوت کرنا۔ اور اس قسم کے امور سے اس حجاب کا عیان ہوگا۔

۸۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو شر ثانی سے بچایا جائے اور یہ اس طرح کہ شیطان کے دوسروں اور خیالات کی مخالفت کی جائے۔ اور ایسی وضع قطع اور شکل و صورت اختیار کرنے سے گریز کیا جائے جو شیطان کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو، اور ملائکہ کے الہام کے ساتھ موافقت اختیار کی جائے۔ اور ایسی ہیئت و شکل اختیار کرنا جو اس کے ساتھ مناسب ہوں۔ اور ان ہیئات کو بعینہا معلوم کر لیا جائے۔ اور شیطان کے دوسرے اور الہامات کی صورتوں کو بھی خوب معلوم کر لیا جائے۔ اور شیطان کی دسیہ کاریاں اور مکاریاں اور نفس کے مکائد کو بھی خوب معلوم کر لیا جائے۔ اور پھر ان سے خلاصی اور رہائی کا راستہ معلوم کیا جائے۔ نیز شعائر اللہ کی اشاعت اور ان کی تنظیم اختیار کی جائے۔ اور شرک کے شعائر کی تذلیل و توہین کی جائے۔ اور اسی طرح فسق و فحاشی کے شعائر کی تذلیل و توہین کی جائے۔ اور ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ (دوسرے مقام پر امام دلی اللہ نے شرور ثلاثہ کی توضیح فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ شر ثانی کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ "شر ثانی یہ ہے کہ پورا ملک شیطان کا مطیع ہو جائے۔ یعنی شیطان کا اثر لوگوں پر غالب ہو جائے۔ اور ملکیت بالکل دب کر رہ جائے جب یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے غضب اور اس کی طرف سے لعنت کے نزول میں تاخیر نہیں ہوتی۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملنے کا ارادہ ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ گمراہ انسان ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت درندوں اور خنزیروں اور اس قسم کے جانوروں جیسی ہوتی ہے۔ اور ایسے اوقات و مواقع میں ایسے لوگوں میں دجالوں کا بکثرت ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ دجال ایسے ہوتے ہیں، کہ خالص شران پر غالب ہوتا ہے۔ ان کے جسم و روح دونوں شر میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ شر سے چھوٹ کر غیر کی طرف واپس پلٹ سکیں گے۔ یہ دجال برابر شیطان حقیقت کے قریب ہوتے رہتے ہیں۔ اور بالآخر اس میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے شیطان حقیقت میں فنا ہونے کی وجہ سے ان میں بسا اوقات خوارق عادت باتوں کا ظہور بھی ہوتا رہتا ہے۔ ایسے وقت میں زمین میں دھنسا، شکلوں کا بگڑنا، پانی میں غرق ہونا، پتھروں کا برسنا، یا پھر ان لوگوں کا باہمی قتل و قتال کرتے کرتے

ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتارتے رہنا۔ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ یا پھر ان پر سخت قسم کے لوگوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جو ان پر کسی طرح رحم نہیں کرتے۔ پھر خدا تعالیٰ کی مرضی اس طرح پوری ہو کر رہتی ہے کہ ایسے لوگ لعنت و غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔ اور یہ سب الہی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور نوع انسانی کی اصلاح و درستگی کا تقاضا ایسے وقت یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ ختم ہو جائیں۔ ان کی مثال اس وقت ایسی ہوتی ہے جس طرح غارت درجہ کا گرم پانی جو قریب ہے کہ بجھاپ میں تبدیل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کے شر کے مقابلہ میں جو حق نازل ہوتا ہے، وہ یا تو اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ڈرانے والے مژد کو ان میں بھیج دیتا، یا پھر کوئی خلیفہ عادل ہو ان کے رؤسا و امراء کو فنا کے گھاٹ اتارتا ہے۔ اور ان کو بہائم کی طرح سخر کر دیتا ہے۔ اور ان کو چھوڑتا نہیں جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ یا جب تک وہ نظام خیر کے ساتھ موافقت نہ اختیار کر لیں۔ اگر یہ ممکن ہو تو نہ پھر ایسی سزا ان کو دی جاتی ہے جس سے ان کے نظام کو درہم برہم کر دے اور خود ان کا استیصال کر کے رکھ دے۔

امام ولی اللہ نے شریعت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اس سے مراد انسان کا افراط و تفریط کے ساتھ ایسے اخلاق سے متصف ہونا جو طبیعت انسانیہ اور فطرت کے خلاف ہوں۔ اور شر ثنائت سے مراد یہ ہے کہ تمام نوع انسانی میں کوئی ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دلائل یعنی خدا کو ماننے والا نہ رہ جائے سب کہ انسان ظاہر و باطن میں رندوں اور خنزیروں کی طرح ہو جائیں۔ یہ قرب قیامت میں ہو گا جس کے بعد نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ اور قیامت برپا ہو جائیگی۔

۹۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو عذاب قبر، عسٹر اور دوزخ کے فتنے سے بچایا جائے۔ اور یہ اس طرح ہو گا کہ وہ واقعات جو ہاں پیش آئیں گے ان کو معلوم کیا جائے۔ اور ان کے اسباب بھی دریافت کئے جائیں۔ اور پھر لوگوں کو ان کے ارتکاب سے منع کیا جائے۔ اور زہر و تریخ کی جائے۔

یہ اہم اور بنیادی مقاصد میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے۔ اگر ان مقاصد کے اوصاف و معانی بالکل ظاہر و باضابطہ ہوں گے تو ان کو عمل بنایا جائے گا۔ اور احکام ان پر دائر ہوں گے۔ اور اگر یہ ظاہر نہ ہوں اور نہ باضابطہ ہوں تو پھر ان کے مواقع و لوازم کو طلب کیا جائے گا۔ اور ان کا ارتباط ان کے ساتھ برپا ہو گا۔

